AL-ILM Journal

Volume 5, Issue 1

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title Al-Fiqh al-Islami wa Adilatahu Main Biyaan Kardo Fiqhi Tarjihaat or Muasareen ki Araa

Author (s): Hina Mahboob
Dr. Abdu Basit Khan

Received on: 02 November, 2020
Accepted on: 15 Ferbruary, 2021

Published on: 18 March, 2021
Citation: English Names of Authors, " Al-Fiqh al-Islami wa Adilatahu Main Biyaan Kardo Fiqhi Tarjihaat or Muasareen ki Araa", AL-ILM 5 no 1 (2021):112-130

Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں بیان کردہ فقہی ترجیحات اور معاصرین کی آراء

حنا محبوب*

ڈاکٹر عبدالباسط خان**

ABSTRACT

Dr. Wahbah Mustafa al-Zuhayli (1932-2015) was a Syrian professor and Islamic scholar specializing in Islamic law . He wrote extremely detailed works mostly about Islamic law and Jurisprudence. In total, he wrote over one hundred and sixty books. Al-Fiqh al-Islami wa Adilatahu ("Islamic Jurisprudence and its Proofs") a very long eight-volume summary of the different schools of Islamic jurisprudence and their debates on various legal questions. It has been translated into Turkish, Urdu and English. In This book, the author has specially focused to interpret all the different opinions of all the Muslim Jurists. Moreover he also provided the comparison of their opinions. After providing all the different opinions Dr. Wahba Al-Zuhyli adopted an opinion and elaborated the reason of adopting. This research paper has been briefed that on which basis, Dr. Wahbah has shown predilection to a specific and firmly held opinion in his book, and contemporary scholars have agreed on his point of view or not?

Key Words: Aqd-e-Istasna (Contract for Manufacturing to order), Waqf: (mortmain property), Ikrah (Coercion)

تمہید:

علم فقہ کا دائرہ بہت وسیع ہے یہ زندگی کے ہر گوشہ سے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ انفرادی معاملات ہوں یا اجتماعی معاملات، ان سب کا تعین شریعت اور فقہی اصول وضوابط کے تحت کیا جاتا ہے۔ عہد نبوی کے بعد حالات وزمانے کے تقاضوں کے مطابق علماء وفقہاء نے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ یہ اسلام کا معجزہ ہی ہے کہ ہر دور میں اسلام اور فقہ اسلامی کو جس طرح کے رجال کی ضرورت پیش آئی۔ اسی طرح کے رجال نے اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا۔ فقہ اسلامی کا ہر دور اپنے سابقہ ادوار سے مختلف اور خاص امتیازات کا حامل ہے۔

عصرِ حاضر میں بھی روئے زمین پر کچھ نابغہ روزگار ہستیاں ایسی ہیں جو امت کے لیے رحمت وسعادت ہیں جو بنجر زمینوں کو آبیار کرتی ہیں، جن سے علوم ومعارف کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ طالبان حق ان کے فکر وفہم سے مستفید ہوتے ہیں۔ یہ ہستیاں اپنے اپنے زمانے کے احوال وحالات کے مطابق مختلف میادین میں خدمات سرانجام دے

*پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

**اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

رہی ہیں۔ یہ شخصیات فقہ کے افق پر چمکنے والے ایسے درخشندہ ستارے ہیں جن کی علمی روشنی قرطاسِ تاریخ میں کبھی ماند نہیں پڑ سکتی۔ شام کے نامور فقیہ، محقق اور عالم ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کا شمار اہل علم و دانش کے اسی قافلے میں ہوتا ہے۔

مؤلف کا تعارف:

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی ملک شام کے علاقہ دیر عطیہ میں 1932ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مصطفیٰ الزحیلی کتاب و سنت سے گہرا لگاؤ رکھنے والی شخصیت تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی ورع و تقوی کی حامل خاتون تھیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم دمشق میں حاصل کی۔ حصول علم کی تلاش میں آپ جامعہ دمشق میں داخل ہوئے۔ چھ برس میں آپ نے شریعت کا نصاب پڑھا۔ 1952ء میں جامعہ دمشق سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے آپ نے جامعۃ الازہر مصر کا قصد کیا، وہاں آپ نے علوم اسلامیہ اور قانون میں دسترس و درک حاصل کیا۔ جامعہ الازہر میں تعلیم کے دوران عصری قانون کی تفہیم کے لئے جامعہ عین الشمس قاہرہ میں داخلہ لیا۔ 1959ء میں کلیۃ الحقوق جامعہ قاہرہ سے قانون میں ایم۔اے کیا۔ 1963ء میں آپ نے پی۔ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے مصر و شام کے ممتاز علماء دین کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور علومِ دینیہ میں یدِ طولیٰ حاصل کیا[1]۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی درس و تدریس کے مقدس شعبہ کے ساتھ تاحیات وابستہ رہے۔ آپ نے جامعہ دمشق لیبیا میں جامعہ بنغازی، سوڈان میں جامعہ الخرطوم، ریاض میں المرکز العربی للدراسات العربیۃ اور جامعہ الامارات العربیۃ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی علمی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ منظمۃ المؤتمر الاسلامی کے مستقل علمی مشیر اور مختلف بین الاقوامی فقہی مجامع (جدہ، مکہ مکرمہ، انڈیا و سوڈان) کے سرگرم رکن بھی رہے۔ آپ نے فقہ اسلامی کے مختلف پہلوؤں پر کم و بیش ڈیڑھ سو کتب اور پانچ سو مقالات تحریر فرمائے[2]۔

کتاب کا تعارف:

مسلم ممالک پر مغربی اقوام کے قبضہ کے بعد رفتہ رفتہ مغربی قوانین کا نفاذ عمل میں لایا گیا۔ بیسویں صدی کے نصف آخر میں نوآبادیاتی نظام کا خاتمہ ہو گیا۔ آزادی اور نئے زمانے کے شعور کے نتیجے میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ قرآن و سنت کی روشنی میں ملکی قوانین کا جائزہ لیا جائے۔ اس خواہش کے ساتھ ہی اہل علم و دانش میں یہ احساس پیدا ہوا کہ معاشرتی و معاشی ترقی اور عرف و عادت کے تبدیل ہونے کی وجہ سے کسی ایک فقہی مسلک پر عمل

کرتے ہوئے جدید مسائل کا حل تلاش کرنا ممکن نہیں رہا۔ اس فکر نے فقہ مقارن یعنی مختلف مکاتب فقہ کے تقابلی مطالعے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ بیسویں صدی میں اس رجحان نے ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی۔

فقہ مقارن کے میدان میں ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کا کام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کی تمام تر فقہی خدمات میں آپ کی معروف کتاب "الفقہ الاسلامی وادلتہ" نمایاں مقام رکھتی ہے۔

وجہ تالیف:

8 فروری 1988ء مجمع الفقہ الاسلامی نے جدہ میں اپنے چوتھے اجلاس میں تیسیر الفقہ (فقہ کو آسان زبان) میں مدون کرنے کے پراجیکٹ کی منظوری دی۔ اتنے بڑے علمی منصوبے کو ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے تن تنہا انجام دے کر اہل علم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا[3]۔

کتاب کے محاسن:

"الفقہ الاسلامی وادلتہ" اتنی جامع اور بہترین کتاب ہے کہ اس نے فقہ مقارن کی باقی سب کتابوں کو گویا پس منظر میں ڈال دیا ہے۔ اس کتاب کے علمی محاسن اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ فقہ اسلامی کی یہ جامع تالیف نہ تو صرف فقہ السنۃ پر مشتمل ہے اور نہ صرف اجتہادی آراء و قیاس پر بلکہ اس کتاب میں فقہ اسلامی کے عقلی اور نقلی مصادر و مآخذ پر اعتماد کیا گیا ہے۔

۲۔ یہ کتاب کسی ایک فقہی مکتب فکر کے اجتہادات و استنباطات تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں اہل سنت کے چاروں فقہی مذاہب کا موازنہ کیا گیا ہے۔

۳۔ ہر فقہی مذہب کی آراء کے بیان میں اس مذہب کے مراجع اصلیہ اور امہات الکتب پر اعتماد کیا گیا ہے۔

۴۔ فقہاء کی مستدل احادیث کو صحت کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے اور ان کی تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔

۵۔ اس کتاب میں اصل مسائل کے مختلف فقہی احکام کا استیعاب کیا گیا ہے اور مذاہب کی فقہی آراء کا باہمی موازنہ کیا گیا ہے۔

۶۔ اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ حقیقی اور واقعی مسائل پر ارتکاز کیا جائے۔ ایسے مسائل کا تذکرہ بھی نہیں کیا گیا جن کی اب ضرورت باقی نہیں رہی مثلاً غلامی اور اس سے متعلق مباحث اور مثالیں۔

۷۔ کتاب کا اسلوب آسان اور انداز بیان سادہ ہے۔ مثالوں سے مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔ بنیادی مصادر کی مجمل عبارتوں کو تفصیلی بیانات کے ذریعے واضح کر دیا گیا ہے۔

۸۔ ترتیب میں عصری تقاضوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۹۔ تحقیق کے بعد ہر مذہب کی راجح رائے اور قواعدِ کلیہ کے بیان کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۱۰۔ کتاب میں بعض جدید مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے۔ بالخصوص انشورنس اور بینک کاری کے علاوہ ان بے شمار مالیاتی اور طبی مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے جو دور حاضر میں اسلامی قوانین کے لئے چیلنج سمجھے جاتے تھے۔

۱۱۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے کہیں کہیں مختلف مذاہب کی فقہی آراء بیان کرتے ہوئے کسی ایک رائے کو ترجیح دی ہے اور اپنی وجہ ترجیح بھی بتائی ہے۔ آپ نے بالعموم جمہور کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ اگر کسی مسئلے میں جمہور کی رائے کے خلاف رائے کو ترجیح دی گئی ہے تو اس کی وجہ بتا دی گئی ہے۔ آپ نے ترجیح دینے میں دلائل، حالات، زمانے، عرف وعادت اور لوگوں کی مصالح کو پیشِ نظر رکھا ہے[4]۔

یہ کتاب موضوعات پر جامع بحث، مختلف فقہی مکاتب فکر کی آراء کے بیان، غیر متعلقہ مباحث سے اجتناب اور دلنشین اسلوب کے باعث معاصر تالیفات و تحقیقات میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ کتاب کے علمی محاسن اور اس کی اہمیت کے پیش نظر عربی زبان میں اس کے بارہ ایڈیشن زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں[5] اور کئی زبانوں میں اس کے ترجمہ بھی شائع ہو چکے ہیں۔

کتاب میں بیان کردہ چند فقہی ترجیحات اور معاصرین کی آراء:

کتاب کی جملہ خصوصیات میں ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ کتاب کسی ایک فقہی مکتب فکر کے اجتہادات و استنباط تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ اس میں اہل سنت والجماعت کے چاروں فقہی مذاہب کا موازنہ پیش کیا گیا ہے اور ان کے مستدلات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر وھبہ الزحیلی ان تمام فقہی مذاہب کے بارے میں اپنی رائے بھی بیان کرتے ہیں۔ آپ عارف بالزمان اور جدید دور کے تقاضوں سے باخوبی آگاہ تھے۔ اس لحاظ سے آپ کی بیان کردہ فقہی ترجیحات حالات، زمانے اور دلائل کے اعتبار سے بڑی وقیع ہیں۔ فقہی ترجیحات کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

عقد استصناع سے متعلق ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی رائے:

مالی معاملات کی ایک اہم شکل عقد استصناع بھی ہے۔ عقد استصناع سے مراد یہ ہے کہ کسی سے آرڈر پر سامان تیار کروانا۔ ماضی میں استصناع کا دائرہ صرف چھوٹی اور گھریلو صنعت تک محدود تھا۔ چونکہ عصر حاضر میں استصناع کا دائرہ بہت وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ عالمی شہرت کا حامل بھی بن چکا ہے، دیو ہیکل مشینوں، بحری بیڑوں، طیاروں و دیگر اشیاء کی آرڈر پر تیاری جیسے امور بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ بایں سلسلہ فقہاء کے درمیان چند مسائل

مختلف فیہ ہیں جیسا کہ مال مبیع کو دیکھنے کے بعد عقد، عقد لازم ہو گا یا عقد غیر لازم۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے عقد استصناع میں خیار رؤیت کے بارے میں فقہاء کی آراء بیان کرنے کے بعد امام ابو یوسفؒ کی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

گاہک کے اعتبار سے عقد کا حکم یہ ہے کہ جب تیار کنندہ مشروط صفت کے مطابق مال تیار کر کے لائے تو اس کے حق میں ملک ثابت ہو جائے گی لیکن لازم نہیں ہو گی۔ جب گاہک دیکھے گا تو اسے خیار حاصل ہو گا چاہے تو لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک عقد فسخ ہو جائے گا۔ چونکہ اس نے ایسی چیز خریدی ہے جو دیکھی نہیں لہذا اسے خیار رؤیت حاصل ہو گا۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب گاہک نے مال دیکھ لیا تو عقد لازم ہو جائے گا اور اسے خیار نہیں ملے گا بشر طیکہ جب مال بیان کر دہ صفت، طلب اور شرط کے موافق ہو[6]

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے امام ابو یوسف کی رائے کو اختیار کیا ہے آپ لکھتے ہیں:

لذا أخذت المجلة برأي أبي يوسف، فقررت في المادة (392): أن عقد الاستصناع ينعقد لازماً، فليس لأحد الطرفين الرجوع، ولو قبل الصنع، إلا أنه إذا جاء المصنوع مغايراً للأوصاف المشروطة، يتخير المستصنع بفوات الوصف. وفي تقديري أن هذا الرأي الذي أخذت به المجلة سديد جداً، منعاً من وقوع المنازعات بين المتعاقدين، ودفعاً للضرر عن الصانع[7].

” اسی وجہ سے میں نے امام ابو یوسف کی رائے کو مجلۃ میں اختیار کیا ہے۔ چنانچہ دفعہ 392 میں میں نے لکھا ہے کہ عقد استصناع لازم ہوتا ہے۔ طرفین میں سے کسی کو بھی رجوع کا حق نہیں حتی کہ مال کی تیاری سے پہلے بھی، ہاں البتہ تیار شدہ مال اگر بیان کر دہ اوصاف کے خلاف ہو تو وصف مرغوب کے نہ ہونے پر گاہک کو اختیار حاصل ہو گا۔ میرے اندازے کے مطابق یہ رائے درست وصواب ہے تاکہ عاقدین کو جھگڑوں میں پڑنے سے روکا جاسکے اور تیار کنندہ کو نقصان سے بچایا جاسکے“۔

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کے ساتویں سیمینار کا فیصلہ“[8] مولانا خالد سیف اللہ الرحمانی[9] اور مفتی تقی عثمانی کی رائے بھی ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی بیان کر دہ راجح رائے کی مؤید ہیں۔ اس مسئلے سے متعلق مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:

”صانع کے اپنا کام شروع کرنے سے پہلے یہ عقد لازم نہ ہو گا البتہ اس کے کام شروع کرنے کے بعد یہ معاملہ لازم ہو گا۔ اس لئے استصناع کے معاہدے کی وجہ سے تیار کنندہ پر یہ اخلاقی ذمہ داری عائد ہو گی کہ اس چیز کو تیار کرے۔ تیار کنندہ کے اپنا کام شروع کرنے سے پہلے فریقین میں سے کوئی بھی دوسرے کو نوٹس دے کر معاہدہ منسوخ کر سکتا ہے البتہ تیار کنندہ کے کام شروع کرنے کے بعد معاہدہ یک طرفہ طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا“[10]

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے تئیسویں فقہی سیمینار میں پیش ہونے والے تقریباً تمام مقالہ جات میں اسے تیاری کے بعد عقد لازم قرار دیا گیا ہے۔ مولانا حذیفہ بن محمود لکھتے ہیں:

" قابل عمل اور لائق فتوی یہی امام ابو یوسف کا قول ہے کہ چیز اگر مطلوبہ اوصاف کے مطابق ہے تو صانع اور مستصنع دونوں کے حق میں یہ عقد لازم ہو گا۔ تقریباً تمام مقالہ نگار حضرات کا رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے کیونکہ یہ بڑے نقصان کی بات ہو گی کہ مستصنع کی فرمائش کی وجہ سے تیار کنندہ نے اپنے تمام وسائل مطلوبہ چیز کی تیاری پر لگا دیئے اس کے بعد فراہم کردہ چیز مطلوبہ اوصاف کے مطابق ہونے کے باوجود بلاوجہ خریدار سودا منسوخ کر دے"[11]

فقہاء کسی رائے کو قوت دلیل، لوگوں کی مصالح اور عرف وعادت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترجیح دیتے ہیں۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے اسی فقہی رائے کو ترجیح دی ہے جو دلائل کے اعتبار سے انہیں قوی محسوس ہوئی نیز وہ حکمتِ دین کے زیادہ قریب اور افراد کے مصالح کو زیادہ پورا کرنے والی تھی۔ عقد استصناع کی ذیل میں اس عقد کے لازم یا غیر لازم ہونے کے سلسلے میں آپ نے لوگوں کی مصالح کو پیش رکھتے ہوئے امام ابو یوسفؒ کی رائے کو ترجیح دی ہے تاکہ صانع اور مستصنع دونوں کو نقصان سے بچایا جا سکے[12]

تصرفات شرعیہ میں اکراہ کا اثر سے متعلق ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی رائے:

اسی طرح ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی "تصرفات شرعیہ میں اکراہ کا اثر" کی ذیل میں تصرفات کی تین اقسام بیان کرتے ہیں پھر ان کے اثرات پر بحث کرتے ہیں"۔ وہ تصرفات جو فسخ کا احتمال رکھتے ہیں"، کی ذیل میں فقہاء کی آراء اور دلائل بیان کرتے ہوئے امام زفر کی رائے کو راجح قرار دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"إن أبا حنيفة وصاحبيه ذهبوا إلى أن الإكراه يفسد العقد إفساداً فقط، لا إبطالاً، وتترتب عليه الأحكام المقررة لفساد العقود إلا من ناحية واحدة. وهي أنه بعد زوال الإكراه، لو أجاز المستكره العقد، صح هذا العقد، ويصبح ملزماً؛ لأن الفساد إنما كان صيانة لمصلحته الخاصة لا لمصلحة عامة. وأما زفر فيجعل العقد غير نافذ كعقد الفضولي، فهو صحيح موقوف بالنسبة للمستكره، ويتوقف على إجازته بعد زوال الإكراه، وبما أن هذا العقد يجوز ويلزم بالإجازة، فهذا دليل على كون العقد موقوفاً لا فاسداً؛ لأن العقد الفاسد يفسخ فسخاً ولا يجاز إجازة. ويلاحظ أن دليل زفر أقوى وأوجه"[13]

"امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا مذہب ہے کہ اکراہ عقد کو فاسد کر دیتا ہے، باطل نہیں کرتا، پھر اگر اکراہ کے بعد مستکرہ نے عقد کی اجازت دے دی تو عقد صحیح ہو گا اور لازم ہو گا۔ جبکہ امام زفر عقد کو غیر نافذ قرار دیتے ہیں جیسے

فضولی کا عقد۔ یہ عقد زوالِ اکراہ کے بعد مستکرہ کی اجازت پر موقوف ہو گا، فاسد نہیں ہو گا چونکہ عقد فاسد فسخ کے قابل ہوتا ہے۔ ملحوظ رہے کہ امام زفر کی دلیل قوی تر اور راجح ہے"۔

شیخ مصطفیٰ احمد الزرقاء اپنی کتاب "المدخل الفقہی العام" میں امام زفر کی رائے کو ہی راجح قرار دیتے ہیں۔

"لكن رأي تلميذه زفر كما ترى أقوى دليلا وأوجه، وان المادة ١٠٦ من المجلة العدلية قد تشعر باختيارها رأي زفر وبناء حكمها عليه"[14]۔

شادی میں لگائی گئی شروط سے متعلق ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی رائے:

عائلی زندگی کا آغاز نکاح جیسے قابل احترام عقد سے ہوتا ہے۔ نکاح کے نتیجہ میں فریقین پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے فریقین کی صلاحیتوں اور فطرت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے حقوق و فرائض خود متعین فرما دیئے ہیں تاکہ کوئی فریق دوسرے فریق کا استحصال نہ کر سکے، اپنی من پسند شرائط لگا کر دوسرے فریق کو تنگ نہ کرے۔ اس سلسلے میں ہمارے فقہاء نے کتاب و سنت کی روشنی میں شرائطِ نکاح پر مفصل بحث کی ہے۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے شادی میں لگائی گئی شروط کے بارے میں فقہاء کے مذاہب کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ اس سلسلے میں فقہاء کی آراء و دلائل بیان کرتے ہوئے حنابلہ کی رائے کو راجح قرار دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"أن الفقهاء اتفقوا على صحة الشروط التي تلائم مقتضى العقد...فالحنابلة يقولون: إنها شروط صحيحة يلزم الوفاء بها. والحنفية يقولون: إنها شروط ملغاة، والعقد صحيح والمالكية يقولون: إنها شروط مكروهة لا يلزم الوفاء بها، بل يستحب فقط. والشافعية يقولون: إنها شروط باطلة، ويصح الزواج بدونها. ورأي الحنابلة هو الراجح لدي"[15]۔

"فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شرائط مقتضائے عقد کے ملائم ہوں وہ صحیح ہیں اور جو شرائط نکاح کے مقصد کے منافی ہوں، وہ باطل ہیں۔ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ شرائط جن سے وصف مرغوب متحقق ہوتا ہو وہ صحیح ہیں۔ البتہ جو شرائط مقتضائے عقد سے لاتعلق ہوں وہ مختلف فیہ ہیں۔ ان شرائط کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ احکام نکاح کے منافی نہ ہوں اور ان میں کسی دوسری عورت کو بیاہ کر نہیں لائے گا وغیرہ۔ حنابلہ کہتے ہیں: ایسی شرائط صحیح ہیں انہیں پورا کرنا لازمی ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں: یہ شرائط لغو ہیں، البتہ عقد نکاح صحیح ہے۔ مالکیہ کہتے ہیں: یہ شرائط مکروہ ہیں ان کی پاسداری لازم نہیں البتہ فقط مستحب ہے۔ شافعیہ کہتے ہیں: یہ شرائط باطل ہیں ان کے بغیر بھی عقد صحیح ہوتا ہے۔ میرے نزدیک حنابلہ کی رائے راجح ہے"۔

موجودہ دور کے اہل تحقیق علماء میں متعدد لوگ ہیں جو اس مسئلہ میں حنابلہ کے نقطہ نظر کے مؤید ہیں۔ ان میں شیخ مصطفیٰ احمد الزرقاء (المدخل الفقہی العام[16])، شیخ سید سابق (فقہ السنۃ[17]) اور خالد سیف الرحمانی[18] خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ شام کے موجودہ عائلی قوانین میں بھی اسی پر عمل ہے[19]۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی رقمطراز ہیں:

"واقعہ ہے کہ شرائط و معاہدات کے معاملے میں اسلام کے عمومی مزاج و مزاق، خصوصیت سے نکاح کے بارے میں طے شدہ شرائط کی ایفاء و پابندی کی ہدایت، پھر حضرت عمرؓ کا بحیثیت خلیفہ فیصلہ اور بظاہر اس پر صحابہ کا سکوت، نیز اسی قسم کا قاضی شریح کا فیصلہ اور متعدد صحابہؓ سے اس رائے سے اتفاق وہ امور ہیں جن سے حنابلہ کا مسلک نسبتاً زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے"[20]۔

اسی طرح معاصر فقہاء میں ایک گروہ جمہور کی رائے کے مؤید ہیں، جن میں مولانا اشرف علی تھانوی[21]، مفتی محمد زید[22]، اور عتیق احمد بستوی[23] قابل ذکر ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں بھی نکاح ثانی کی صورت میں طلاق کی شرط پر عدم جواز کا حکم دیا گیا ہے[24]۔ فریقین کا استدلال حدیث نبوی ﷺ ہے۔ آئمہ ثلاثہ نے درج ذیل حدیث کے عموم کو ملحوظ رکھا ہے۔

"كل شرط ليس فى كتاب الله فهو باطل ولو كان مائة شرط"[25]

جو شرط کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے گو وہ سو شرطیں ہوں۔

اور حنابلہ نے نکاح سے متعلق اس خصوصی ارشاد کو مستدل بنایا ہے۔

"أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج"[26]

سب سے زیادہ قابل ایفاء شرطیں وہ ہیں جن کے ذریعہ سے تم عصمتوں کو حلال کرتے ہو۔

فقہاء مالکیہ میں حافظ ابن رشد کا رجحان بھی حنابلہ کی طرف ہے، وہ لکھتے ہیں:

دونوں احادیث صحیح ہیں جن کو بخاری و مسلم نے تخریج کیا ہے لیکن علماء اصول کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ خاص کے ذریعہ عام کی تخصیص کی جائے گی اور زیر بحث مسئلہ میں خصوصی یہی ہے کہ شرط کی تکمیل لازمی ہو[27]

حضرت عمرؓ فاروق کا بحیثیت خلیفہ فیصلہ[28]، بظاہر اس پر صحابہؓ کا سکوت اور متعدد صحابہؓ کا اس رائے سے اتفاق وہ امور ہیں جن سے حنابلہ کی رائے نسبتاً زیادہ قوی محسوس ہوتی ہے۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے اس مسئلے میں حنابلہ کے نقطۂ نظر کو قوت دلیل کی بنیاد پر اختیار کیا ہے[29]

امور کفاءت سے متعلق ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی رائے:

نکاح کے رشتہ کو پختہ اور مستحکم بنیادوں پر استوار رکھنے کے لئے میاں بیوی کے درمیان ہم آہنگی، دونوں کے مزاجوں اور سماجی و معاشی حالات میں یکسانیت اہم امور ہیں۔ بے جوڑ شادیاں عموماً ناکام ہو جاتی ہیں۔ شریعت نے اسی مصلحت کے پیش نظر کفاءت کا مسئلہ رکھا ہے۔

کفاءت کے معنی مساواۃ اور مماثلت کے ہیں۔ عادۃً مصلحتوں کا انتظام دو مساوی المرتبہ انسان کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی شریف زادی کسی کمینہ آدمی کی بیوی بننا نہیں چاہتی۔ لہٰذا نکاح میں کفو کا اعتبار ضروری ہے[30]۔

کفاءت کا اعتبار کن کن امور میں کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں فقہاء و مجتہدین کے مسالک مختلف ہیں۔ مذاہب اربعہ کی آراء کو اختصار سے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

حنفیہ نے کفاءت کے لئے چھ چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ جو یہ ہیں۔ نسب، اسلام، حریت، مال، دین و تقویٰ، ذریعہ معاش۔

مالکیہ کے نزدیک کفاءت کے لئے دینداری و تقویٰ اور پانچ بڑے عیوب (جزام، جنون، برص، گندہ دینی اور بغلوں کی بدبو) سے سلامتی مطلوب ہے۔

شافعیہ کے نزدیک اوصاف کفاءت پانچ ہیں۔ دین و عفت، آزادی، نسب، ایسے عیوب سے پاک ہونا جس سے خیار حاصل ہوتا ہو اور حرفت یعنی پیشہ۔

حنابلہ کے نزدیک اوصاف کفاءت پانچ ہیں۔ دین، آزادی، نسب، مالداری اور پیشہ[31]۔

متفقات:

دین کے اوصاف کفاءت میں سے ہونے پر آئمہ کا اتفاق ہے۔ مالکیہ کے علاوہ بقیہ آئمہ کا پیشہ، نسب اور آزادی پر اتفاق ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ عیوب سے پاک ہونے کی خصلت پر متفق ہیں۔ حنفیہ اور حنابلہ کا مالداری کی خصلت پر اتفاق ہے[32]۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی مالکیہ کی رائے کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الذی یظهر لی رجحان مذهب الإمام مالك فی هذا الشأن، وهو اعتبار الكفاءة فقط فی الدین والحال، أی السلامة من العیوب التی توجب للمرأة الخیار فی الزواج، ولیس الحال بمعنی الحسب والنسب وإنما یندب ذلك فقط، والسبب هو ضعف أحادیث الجمهور، ولأن الدلیل الأقوی للجمهور وهو المعقول یعتمد علی العرف، فإذا كان العرف بین الناس كما فی عصرنا الحاضر هو عدم النظر إلی الكفاءة"۔[33]

"میرے نزدیک امام مالک رحمۃ اللہ کی رائے راجح ہے کہ کفاءت کا اعتبار صرف دو چیزوں میں ہے"

ا۔ دینداری ۲۔ عیوب سے پاک ہونے میں۔

حسب نسب کا اعتبار محض مستحب ہے۔ امام مالک کے مذہب کے راجح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمہور کی مستدل احادیث ضعیف ہیں۔ ہاں البتہ جمہور کی عقلی دلیل مضبوط ہے جس کا دارومدار عرف پر ہے۔ ہاں البتہ اگر عام کفاءت کا لوگوں میں رواج ہو جائے تو غیر کفاءت کا اعتبار کالعدم ہو جائے گا۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نسب کی وضاحت کی ذیل میں فقہاء کی آراء بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

والحق أن اعتبار النسب فی الکفاءۃ لیس صحیحاً، والصحیح قول المالکیۃ؛ لأن مزیۃ الإسلام الجوھریۃ ھی الدعوۃ إلی المساواۃ، ومحاربۃ التمییز العرقی أو العنصری، ودعوات الجاھلیۃ القبلیۃ والنسبیۃ، ولأن انتشار الإسلام بین الناس غیر العرب إنما کان أساساً لھذہ المزیۃ، وإعلان حجۃ الوداع واضح[34]

"حق بات یہ ہے کہ کفاءت میں نسب کا اعتبار صحیح نہیں ہے۔ دراصل مالکیہ کا قول صحیح ہے کیونکہ اسلام کی فضیلت بنیادی چیز ہے جو مساوات کی دعوت دیتی ہے۔ اسلام نسلی امتیازات کو ختم کرتا ہے اور قبیلائی، نسبی اور جاہلی مفاخر کی تردید کرتا ہے، حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان اس کی واضح دلیل ہے"

مالداری کو اوصاف کفاءت میں شامل کرنے کے حوالے سے ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی چاروں مکاتب فقہہ کی آراء و دلائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

واشترط الیسار فی الکفاءۃ الحنفیۃ والحنابلۃ؛ لأن النبی صلّی اللہ علیہ وسلم قال فی الحدیث السابق لفاطمۃ بنت قیس: «أما معاویۃ فصعلوك لا مال لہ» ، ولأن الناس یتفاخرون بالمال أکثر من التفاخر بالنسب، ولأن الموسرۃ تتضرر فی إعسار زوجھا لإخلالہ بنفقتھا ومؤنۃ أولادہ، ولھذا ملکت الفسخ بإعسارہ بالنفقۃ، ولأن عدم الیسار نقص فی عرف الناس یتفاضلون فیہ کتفاضلھم فی النسب. وقال الشافعیۃ فی الأصح والمالکیۃ: لا یعد الیسار فی خصال الکفاءۃ؛ لأن المال ظل زائل، وحال حائل، ومال مائل، ولا یفتخر بہ أھل المروءات والبصائر[35]

"حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک مالداری بھی اوصاف کفاءت میں شامل ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ "حضور نبی کریم ﷺ نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا: رہی بات معاویہ کی تو وہ تنگدست ہے اس کے پاس مال نہیں[36] "۔ عقلی وجہ یہ ہے کہ لوگ نسب پر اتنا فخر نہیں کرتے جتنا زیادہ مال پر کرتے ہیں۔ نیز مالدار عورت کو تنگدست خاوند سے ضرر ہوتا ہے کیونکہ تنگدست مرد اپنی بیوی اور اولاد کا نفقہ نہیں دے سکتا۔ اسی لئے اگر مرد

بیوی کا خرچہ نہ دے سکتا ہو تو اسے فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے۔ نیز تنگدستی کو عرفِ عام میں نقص سمجھا جاتا ہے"

شافعیہ اور مالکیہ کہتے ہیں مالداری اوصاف کفاءت میں سے نہیں ہے کیونکہ مال ڈھلتا سایہ ہے، صبح ہوتا ہے شام کو نہیں ہوتا چنانچہ اہل مروت اور اہل بصیرت مال پر فخر نہیں کرتے۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی فقہاء کا اختلاف بیان کرنے کے بعد مالکیہ اور شافعیہ کی رائے کو راجح قرار دیتے ہیں۔

والراجح لدي هو هذا الرأي؛ لأن الغني لا دوام له، والمال غاد ورائح، والرزق مقسوم منوط بالكسب، والفقر شرف في الدين، وقد قال النبي صلّى الله عليه وسلم : «اللهم أحيني مسكيناً وأمتني مسكيناً»[37]

"میرے نزدیک یہی رائے راجح ہے کیونکہ مالداری ہمیشہ نہیں رہتی۔ مال آنے جانے والی چیز ہے اور رزق کسب و کمائی کا مرہونِ منت ہے۔ جبکہ فقر کو دین کا سرمایہ قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے: یا اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں مجھے موت دے"[38]

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے گیارہویں فقہی سیمینار منعقدہ مؤرخہ ۱۶ تا ۱۸ اپریل ۱۹۹۹ میں مسئلہ کفاءت کو غور و فکر کا موضوع بنایا۔ اکیڈمی نے متفقہ فیصلے میں دینداری کا اعتبار ضروری قرار دیا ہے۔ فیصلے کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"مسئلہ کفاءت میں دینداری کا اعتبار تو ضروری ہے، دیگر امور ایسے ہیں جن کا تعلق عرف و عادت اور سماجی حالات سے ہے۔ اس لئے پوری دنیا اور تمام ممالک و اقوام کے لئے امور کفاءت کی تعیین و تحدید یکساں نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ہر ملک و علاقہ کے علماء و فقہاء وہاں کے عرف و عادات اور سماجی احوال کے پیش نظر امور کفاءت کی تحدید و تعیین کریں گے۔ بلا اس کے کہ کفاءت کو آپس میں عزت و ذلت اور شرافت اور ذلالت کے ساتھ جوڑا جائے"[39]

ذیل میں بیان کردہ مولانا ارشاد احمد اعظمی کی رائے ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی رائے کی مؤید ہے۔

نصوص میں دینداری اور تقویٰ کو چھوڑ کر کسی اور چیز میں کفاءت کی صراحت نہیں ملتی اس لئے بقیہ چیزوں کا مدار فی الحقیقت عرف پر ہے۔ کفاءت فی النسب کا اعتبار کرنا اسلام کی روح کے خلاف ہے اس لئے اس کا اعتبار صحیح نہیں۔ نیز بعض خطرناک امراض مثلاً ایڈز وغیرہ میں بھی کفاءت کا خیال کیا جانا چاہیے[40]

مفتی جمیل احمد نذیری سیمینار میں پیش کردہ تمام مقالات کا جائزہ لینے کے بعد اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں اپنے محدود مطالعہ اور سوچ کے مطابق یہ سمجھتا ہوں کہ فقہاء کرام نے زمانے اور حالات کی رعایت فرماتے ہوئے متعدد امور میں کفاءت کا اعتبار کیا ہے مگر اصل کفاءت دینداری اور تقویٰ میں معتبر ہے اور اسی سے متعلق روایتیں صحیح، مضبوط اور صریح اور اوفق بالقرائن ہیں۔اس کے علاوہ دوسری چیزوں کے متعلق روایتیں اس درجہ کی نہیں ہیں اور اگر حضور صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حالات کی رعایت فرماتے ہوئے ان چیزوں کا حکم دیا بھی ہو تو شفقۃ للأمۃ ہے۔خاندانوں کا ذکر بھی بطور علامت کے ہے۔اس کو اصل قرار دینا زیادہ صحیح نہیں"[41]

مندرجہ بالا آراء ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی بیان کردہ راجح رائے کی مؤید ہیں۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے گیارہویں فقہی سیمینار میں پیش کیے جانے والے مقالات میں ائمہ کے اختلافات کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مولانا مسعود عالم، مولانا شمس پیرزادہ[42] اور دیگر مقالہ نگار حضرات نے امام مالک کی رائے کی تائید کی ہے۔

امور کفاءت میں ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے امام مالکؒ کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ نسب، مالداری اور دیگر امور میں کفاءت کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔ یہ ترجیح صاحب رائے نے قوت دلیل، شریعت کی روح اور موجودہ وقت وحالات کے تناظر میں دی ہے[43] عصر حاضر میں امور کفاءت کو بنیاد بنا کر لوگ ذات پات کے نظام اور طبقاتی کشمکش کو ترویج دے رہے ہیں اور اس سلسلے میں غلو پایا جاتا ہے جو کہ شریعت اسلامی کے مزاج کے منافی ہے۔ جبکہ اسلام مساواتِ انسانی اور اخوت اسلامی کا تصور پیش کرتا ہے۔

مسجد کے کھنڈرات کی فروخت سے متعلق ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی رائے:

شریعت اسلامی کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے خدمت خلق اور نیکی و احسان کی ایک دائمی صورت پیش کی ہے، جسے حدیث میں صدقہ جاریہ کہا گیا ہے۔یعنی ایسی نیکی جس کا نفع دیر تک قائم رہے۔ اسی کو فقہ کی اصطلاح میں وقف کہتے ہیں جب کوئی شئے کسی نیک کام کے لئے وقف کی جاتی ہے تو واقف کی ملکیت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے۔ وقف کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اس سے ہمیشہ کی منفعت کا حصول ہے۔

وقف کے کچھ مسائل فقہی نقطہ نظر سے اہمیت کے حامل ہیں۔ خاص طور پر وہ اوقاف جو ویران ہو چکے ہیں، کھنڈر بن چکے ہیں۔ کیا ان کھنڈرات کو کسی دوسری چیز میں تبدیل کر سکتے ہیں؟ اس سلسلے میں شئ موقوف کے تبادلے کا مسئلہ وقف کے اہم مسائل میں سے ہے۔ فقہاء نے ضرورت کی بناء پر چند شرائط کے ساتھ اس کی تبدیلی اور فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

اس سلسلے میں فقیہ عصر ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے تفصیل سے اس مسئلے پر فقہاء کرام کی آراء نقل کرنے کے بعد مسجد کے کھنڈرات کی فروخت سے متعلق امام ابویوسف اور امام محمد کی رائے میں تطبیق پیدا کرتے ہوئے دونوں کی آراء کو قابلِ عمل قرار دیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

إذا انهدم وقف، ولم يكن له شيء يعمر منه، ولا أمكن إجارته ولا تعميره، ولم تبق إلا أنقاضه من حجر وطوب وخشب، صح بيعه بأمر الحاكم، ويشتري بثمنه وقف مكانه. فإذا لم يمكن الشراء، رده إلى ورثة الواقف إن وجدوا، وإن لم يوجدوا يصرف للفقراء. والبيع بإذن القاضي وصرف ثمنه إلى بعض المساجد مبني على قول لأبي يوسف في رواية ثانية عنه، والرد إلى الورثة أو إلى الفقراء على قول محمد، وهو جمع حسن، حاصله أنه يعمل بقول أبي يوسف حيث أمكن، وإلا فبقول محمد[44]

"جب وقف منہدم ہو جائے اور اسے تعمیر کرنے کے لئے کچھ بھی نہ ہو اور اسے اجارہ پر دینا اور تعمیر کرنا ممکن نہ ہو اور صرف اس کے کھنڈرات، پتھر، لکڑ وغیرہ باقی ہوں تو حاکم کے حکم سے انہیں فروخت کرنا جائز ہے۔ ان کے ثمن سے اور وقف کی چیزیں خریدی جائیں گی۔ جب خریدنا ممکن نہ ہو تو اگر وہ نہ پائی جائیں تو اسے فقراء پر خرچ کیا جائے گا اور قاضی کے حکم سے فروخت کرنا اور اس کے ثمن کو بعض مساجد کے لئے خرچ کرنا امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول پر مبنی ہے اور یہ بہت ہی عمدہ تطبیق ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو امام ابویوسف کے قول پر عمل کیا جائے گا ورنہ امام محمد کے قول پر"

مولانا محمد نور القاسمی اپنے مقالے "تدفین پر پابندی لگائے گئے قبرستان سے انتفاع کی شکل" میں ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی رائے کی مؤید رائے بیان کرتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"بہت سے اوقاف خصوصاً پنجاب و ہریانہ، دہلی اور مغربی یوپی میں 1947ء میں پاکستان کی طرف مسلمانوں کی آبادی منتقل ہو جانے کی وجہ سے ویران ہو چکے ہیں۔۔۔ ایسے اوقاف پر حکومت یا غیر مسلموں کا قبضہ بڑھتا جا رہا ہے"

۱۔ ایسی صورت میں اوقاف کو فروخت کر کے مقاصد وقف کا خیال رکھتے ہوئے کسی دوسرے مقام پر جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے، متبادل وقف قائم کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ نیز ایسے ویران اوقاف حکومت یا کسی فرد کے حوالہ کر کے اس کے عوض دوسری زمین یا مکان حاصل کر کے مقاصد وقف کو جاری رکھنے کی شکل اختیار کی جا سکتی ہے اس لئے کہ یہ بھی مبادلۃ المال بالمال ہے گو دونوں کی جنس ایک ہے[45]۔

اس سلسلے میں صاحب رد المحتار بھی یوں روشنی ڈالتے ہیں:

لكن صار بحيث لا ينتفع به بالكلية بأن لا يحصل منه شيء أصلًا، أو لا يفي بمؤنته فهو أيضًا جائز على الأصحّ إذا كان بإذن القاضي ورأيه المصلحة فيه[46]

"اگر وقف کی حالت یہ ہوگئی ہو کہ اس سے انتفاع بالکل نہ ہو رہا ہو بایں طور کہ اس سے کچھ حاصل ہی نہ ہوتا ہو یا اس کی آمدنی سے وقف کی ضرورت بھی پوری نہ ہوتی ہو تو صحیح قول کے مطابق تبادلہ جائز ہے جب کہ قاضی کی اجازت سے ہو اور قاضی اس میں مصلحت دیکھتا ہو"

اسلامک فقہ اکیڈمی کے دسویں فقہی سیمینار میں اوقاف کے چند اہم مسائل پر غور وفکر اور مذاکرے کے بعد شرکاء نے چند فیصلے کئے جن میں سے ایک فیصلہ یہ بھی تھا کہ:

"اگر ویران غیر آباد اوقاف فروخت کرنے پڑیں تو ان کا متبادل وقف قائم کرنا ضروری ہوگا"[47]

مندرجہ بالا آراء دیگر اوقاف سے متعلق ہیں جب کہ مسجد کے کھنڈرات سے متعلق آراء غیر واضح ہیں البتہ ویران غیر آباد دیگر اوقاف سے متعلق آراء واضح ہیں کہ ان کو فروخت کر کے متبادل وقف قائم کیا جائے۔ واضح رہے کہ مسجد مفتی بہ قول کے مطابق تاقیامت مسجد ہی رہتی ہے۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ اگر مسجد ویران ہو جائے اور وہاں نماز ادا کرنے کا سلسلہ موقوف ہو جائے تو بھی وہ زمین جہاں مسجد کی عمارت تھی، مسجد ہی رہتی ہے وہاں مسجد بنانے اور آباد کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے[48]۔ جبکہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے وقت اور حالات کے پیش نظر مسجد کے کھنڈرات کو فروخت کرنے اور اس کے مال کو دوسری مساجد میں خرچ کرنے کی رائے کو اختیار کیا ہے کیونکہ غیر مسلم ممالک میں غیر آباد مساجد پر لوگوں کا قبضہ بڑھتا جا رہا ہے۔ موصوف اپنے رائے کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"حنفیہ کے ہاں مسجد کے کھنڈرات وغیرہ کو فروخت کرنا اور انہیں دوسری مسجد یا رباط پر خرچ کرنے کا مقصد انتفاع حاصل کرنا ہے کیونکہ واقف کا مقصد شئ موقوف سے لوگوں کو فائدہ حاصل کرنا ہے تاکہ ظالم اس کو ظلماً نہ لے لیں"[49]

فقہاء جب فقہی اقوال میں سے کسی ایک رائے کو ترجیح دیتے ہیں تو اس کی دو بنیادیں ہوتی ہیں کبھی تو ترجیح "اوفق بالزمان" اور "اصلاح للناس" کے قواعد کے تحت ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تغیرات زمانہ اور اخلاقی انحطاط کے باعث اسی رائے کو ترجیح دی جاتی ہے جس پر عمل میں سہولت ہو اور کبھی یہ ترجیح دلائل کی قوت و ضعف کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی ترجیحات میں عموماً یہ دونوں بنیادیں موجود ہیں۔

کسی ایک رائے کی قدر و قیمت کا اندازہ دو باتوں سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اس رائے کو معاصر فقہاء نے قبول کیا یا رد۔ دوسری یہ کہ عمل کے اعتبار سے یہ رائے یسر کی حامل ہے یا نہیں۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ سے لی گئی چند مثالوں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی ترجیحات بہت وقیع اور قدر و قیمت کی حامل آراء ہیں کیونکہ فقہی مجامع کے فیصلے اور معاصر فقہاء کی کثیر تعداد ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی آراء کی تائید کرتی ہیں۔ نکاح میں شرط، عقد استصناع، کفاءت اور وقف وغیرہ کے مسائل میں فقہاء نے موصوف کی راجح رائے کو دلیل کے طور پر لیا ہے اور یہ راجح رائے عمل کے اعتبار سے یسر (آسانی) کی حامل بھی ہے۔

References

[1] بدیع السید اللحام، وھبۃ الزحیلی العالم الفقیہ المفسر، دمشق، دار القلم، ص 15-11

Badīʿ Al-Sayyad Al-lahām, *Wahbah Al-Zuḥaylī, Al-ʿālim Al-Faqīh al-Mufassir*, (Damascus: Dār Al-Qalam), 11-15

[2] ایضاً، ص 34-28

Ibid, 28-34

[3] وھبہ الزحیلی (مترجم محمد طفیل ہاشمی)، فقہ اسلامی: دلائل و مسائل، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2008، 11/1

Wahbah Al-Zuḥaylī, Dr. (Translator Muḥammad Ṭufail Hāshmī), *Fiqah Islāmī: Dalā'il o Masā'il,* (Islāmaābād: Idārah Tiḥqīqāt Islāmī, 2008), 1:11

[4] وھبۃ الزحیلی، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق: دار الفکر، س۔ن، 1: 6-12

Wahbah Al-Zuḥaylī, Dr,. *Al-Fiqh Al-Islāmī wa Ādillatah,* (Damascus: Dār Al-Fikar), 1:6-12

[5] وھبہ الزحیلی، فقہ اسلامی، دلائل و مسائل، 1:18

Wahbah Al-Zuḥaylī , *Fiqah Islāmī: Dalā'il o Masā'il,* 1:18

[6] وھبۃ الزحیلی, الفقہ الاسلامی وادلتہ، 5:118

Al-Fiqh Al-Islāmī wa Ādillatah, 5:311

[7] ایضاً

Ibid

[8] https://www.iifa-aifi.org/ar/1852.html؛ جدید فقہی فیصلے، مجلس تحقیقات اسلامی، 2018، ص 125

https://www.iifa-aifi.org/ar/1852.html ; *Jadīd Fiqhī Faiṣly,* Majlis Tiḥqīqāt Islāmī, 2018, 125

[9] خالد سیف اللہ رحمانی، کتاب الفتاویٰ، کراچی: زمزم پبلیکشر، 2008، 5:21

Khālid Saif Ullah Reḥmānī, *Kitāb Al-Fatawá,* (Karachi: Zamzam Publications, 2008), 5:214

[10] تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، کراچی: ادارۃ اسلامیات، 2008، 5:154

Taqī ʿusmānī, Muftī, *Islām aur Jadīd Muʿāshī Masā'il,* (Karachi: Idārah Islāmiyāt, 2008), 5:154

[11] عقد استصناع سے متعلق بعض مسائل، نئی دہلی، ایفا پبلیکشنز، ص 74

ʿaqad e Istaṣnāʿ sy Mutaʿliq Baʿaż Masā'il, (New Dehli: Ifa Publications),74

[12] تفصیل کے لئے دیکھیے: الفقہ الاسلامی وادلتہ، 5:311

For more details: *Al-Fiqh Al-Islāmī wa Ādillatah,* 5:311

[13] وھبۃ الزحیلی, الفقہ الاسلامی وادلتہ، 6: 273-274

For more details: Al-Fiqh Al-Islāmī wa Ādillatah, 6: 273-274

[14] الزرقا، مصطفیٰ احمد، المدخل الفقہی العام، دمشق: دار القلم، 2012، 1:455

Al-Zarqā, Muṣṭafá Ahmad, *Al-Madkhal Al-Fiqhī Al-ʿam,* (Damascus: Dār Al-Qalam, 2012), 1:455

[15] وھبۃ الزحیلی, الفقہ الاسلامی وادلتہ، 9:52

Al-Fiqh Al-Islāmī wa Ādillatah, 9:52

[16] الزرقا، المدخل الفقہ العام، 1:559

Al-Madkhal Al-Fiqhī Al-ʿam, 1:559

[17] سید سابق، **فقہ السنۃ**، بیروت: دار الکتاب العربی، 1997، 52:2

Sayyad, Sābiq, *Fiqh Al-Sunnah,* (Beirūt: Dār al-Kitāb al-ʻarabī, 1997)، 2:52

[18] خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، نکاح میں شرط تفویض طلاق اور مشروط مہر کا مسئلہ، **مشمولہ جدید فقہی مباحث**، کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، س-ن، 46:11

Khālid Saif Ullah Reḥmānī, Mōlānā, Nikāh myn̲ Sharṭ Tafvyže Ṭalāq aur Mashrōt Mehar kā Mas'la, *Mashmūlah Jadīd Fiqhī Mabāḥith,* (Karachi: Idārah Al Qurān wa Al-ʻalūm Al-Islāmiyah), 11:46

[19] وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، 52:9

Al-Fiqh Al-Islāmī wa Ādillatah, 9:52

[20] خالد سیف اللہ رحمانی، نکاح میں شرط، تفویض طلاق اور شروط مہر کا مسئلہ (مقالہ) مشمولہ نکاح میں شرط اور مشروط مہر، فقہ اسلامی کی روشنی میں، انڈیا: ایفا پبلیکیشنز، 2010، ص70

Khālid Saif Ullah Reḥmānī, Mōlānā, Nikāh myn̲ Sharṭ Tafvyže Ṭalāq aur Mashrōt Mehar kā Mas'la, (Maqālah) Mashmūlah Nikāḥ myn̲ Sharṭ aur Mashrōt Mehar, Fiqh Islāmī kī Rōshnī myn̲, (India: Ifa Publications, 2010), 70

[21] تھانوی، اشرف علی، مولانا، **اسلامی شادی**، ملتان: ادارۃ تالیفات اشرفیہ، س-ن، ص176

Thānvī, Ashraf ʻAli, Mōlānā, *Islāmī Shādī,* (Multan: Idārah Tālīfāt Ashrafiyah,) 176

[22] محمد زید، مفتی، نکاح میں مقرر کی ہوئی شرطوں کے شرعی احکام، مشمولہ **جدید فقہی مباحث**، 223:11

Muḥammad Zaid, Muftī, *Nikāḥ main̲ Muqarrar kī hū'ī Sharṭōn̲ ky Sharʻī Āḥkām,* Mashmūlah Jadīd Fiqhī Mabāḥith, 11:223

[23] عتیق احمد بستوی، اشتراط فی النکاح، **مشمولہ جدید فقہی مباحث**، 11: 68-67

ʻAttīque Ahmad Bastvī, *Ishtrāṭ fī Al-Nikāḥ,* Mashmūlah Jadīd Fiqhī Mabāḥith, 11:67-68

[24] **فتاویٰ دار العلوم دیوبند**، ملتان، مکتبہ حقانیہ، س-ن، 93:7

Fatā wá Dār Al-ʻalūm Deoband, Multān, Maktabah Ḥaqāniyah, 7:93

[25] النسائی، **السنن**، کتاب الطلاق، باب خیار الأمۃ تعتق وزوجھا مملوک، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1991ء)، حدیث نمبر 5644، 365:3

Al-Nisa'ī, *Al-Sunan,* Kitāb al-Ṭalāq, Bāb Khiyār al-Āmah..., (Beirūt, Dar al-Kutub al-iʻlmiah, 1991) Hadis: 5644, 3:365

[26] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب النکاح، باب شروط فی النکاح، (بیروت، دار ابن کثیر، 1987ء)، حدیث نمبر 4856، 1978:5

Muhammad b. Ismāʻīl Al-Bukhārī, *Al-Jāmiʻ Al-Ṣaḥīḥ,* Kitāb Al-Nikāḥ, Bāb Sharūt fī Al-Nikāḥ, (Beirūt, Dār Ibn Kathīr, 1987), Hadith:4856, 5:1978

[27] ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد، **بدایۃ المجتہد ونھایۃ المقتصد**، مصر: مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، کتاب النکاح، 59:2

Ibn Rushd, Ābū Al-Walīd Muḥammad b. Ahmad, *Bidāyah Al-Mujtahid wa-Nihāyah Al-Muqtaṣid,* (Egypt: Maṭbaʻah Musṭafā Al-Bābī Al-ḥalbī), Kitāb Al-Nikāḥ, 2:59

[28] عبد الرزاق بن ھمام، **مصنف عبد الرزاق**، بیروت: المکتب الاسلامی، کتاب النکاح، باب الشرط فی النکاح، حدیث نمبر 10608، 227:6

Abdu Al- Razāq b. Hamām, *Maṣnaf Abdu Al- Razaaq*, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb Al-Sharṭ fī Al-Nikāḥ, (Beirūt: Al-Maktab Al-Islāmī), Hadith:10608, 6:227

[29]تفصیل کے لئے دیکھئے، الفقہ الاسلامی وادلتہ؛ خالد سیف اللہ رحمانی، نکاح میں تفویض طلاق اور مشروط مہر کا مسئلہ (مقالہ)، مشمولہ نکاح میں شرط اور مشروط مہر، ص 75-63

For more details: Khālid Saif Ullah Reḥmānī, Mōlānā, Nikāh myn̲ Sharṭ Tafvyże Ṭalāq aur Mashrōt Mehar kā Mas'la, (Maqālah) Mashmūlah Nikāḥ myn̲ Sharṭ aur Mashrōt Mehar, Fiqh Islāmī kī Rōshnī main̲, 63-75

[30]سید سابق، **فقہ السنۃ**، 2:143

Fiqh al-Sunnah, 2:143

[31]وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، 9:226

Al-Fiqh Al-Islāmī wa Ādillatah, 9:226

[32]ایضاً، 9:226

Ibid, 9:226

[33]ایضاً، 9:220

*Ibid,*9: 220

[34]ایضاً، 9:232

Ibid, 9:232

[35]ایضاً، 9: 234-233

Ibid, 9:234-233

[36]مسلم، مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح**، کتاب الطلاق، باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لھا، (بیروت: داراحیاء التراث العربی)، حدیث نمبر 1480، 2: 1114

Muslim b. Ḥajjāj, *al-Jāmi' al-Ṣaḥiḥ*, Kitāb Al-Ṭallāq, Bāb Al-Muṭallaqah thalāthān lā Nufqah lahā, (Beirūt: Dār Iḥyā' Al-Turāth Al-'arbī), Hadith: 1480, 2:1114

[37]وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، 9:234

Al-Fiqh Al-Islāmī wa Ādillatah, 9:234

[38]الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، **السنن**، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین یدخلون الجنۃ قبل اغنیائھم، (بیروت: داراحیاء التراث العربی)، حدیث نمبر 4:577، 2352

Muḥammad b. 'Īsā, Al-Tirmdhī, *Al-Sunan,* Kitāb al-Zuhad, Bāb Mā Jā' Anna Fuqrā' Al-Muhājerīna Yadkhlūn..., (Beirūt: Dār Iḥyā' Al-Turāth Al-'arbī), Hadith :2352, 4:577

[39]**مسئلہ کفاءت، احکام ومصالح**، ص 18

Mas'lah Kffā't, Āḥkām o Maṣāliḥ, 18

[40]ایضاً، ص 64

Ibid, 64

[41]ایضاً، ص 73

Ibid, 73

[42]شمس پیرزادہ مولانا، **مسئلہ کفاءت قرآن وحدیث کی روشنی میں**، مشمولہ مسئلہ کفاءت احکام اور مصالح، ص526-523

Shams Pīr Zādah, Mōlānā, *Mas'lah Kffā't Qurān o Hadith kī Rōshnī main, Mashmūlah Mas'lah Kffā't, Āḥkām o Maṣālih,* 523-526

[43]دلائل کی تفصیل کے لیے دیکھیے: الفقہ الاسلامی وادلتہ، 9:226-225؛ مولانا نور الحق رحمانی، مسئلہ کفاءت۔ اسلامی تناظر میں (مقالہ) مشمولہ مسئلہ کفاءت احکام ومصالح، ص220-191

For more details, *Al-Fiqh Al-Islāmī wa Ādillatah,*9: 226-225; Mōlānā Noor ul-Haq Rehmānī, Mas'lah Kffā't, Islāmī Tanāzr main (Maqālah) Mashmūlah Mas'lah Kffā't, Āḥkām o Maṣāliḥ, Pg 191-220

[44]وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، 354:10

Al-Fiqh Al-Islāmī wa Ādillatah, 10:354

[45]القاسمی، محمد نور، مولانا، تدفین پر پابندی لگائے گئے قبرستان سے انتفاع کی شکل (مقالہ)، **مشمولہ اوقاف احکام ومسائل**، انڈیا ایفا پبلیکیشنز، 2012ء، ص537-536

Al-Qāsmī, Muḥammad, Mōlānā, *Tadfīn par Pābandī Lagā'y g'y Qabristān sy Intifā' kī Shakal (Maqālah) Mashmōlah Awqāf, Āḥkām o Masā'il,* (India: Ifa Publications, 2012), 536-537

[46]**ردالمحتار**، 239:17

Rad Al-Mukhtār, 17:239

[47]**اوقاف، احکام ومسائل**، ص31

Awqāf, Āḥkām o Masā'il, 31

[48]**اوقاف، احکام ومسائل**، ص29

Ibid, 29

[49]وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، 354:10

Al-Fiqh Al-Islāmī wa Ādillatah, 10:354